163057 - اپنى طلاق شده بيوى كو اس شرط پر واپس لانا كہ وہ اپنے حق وطئ اور مبيت سے دستبردار ہو جائے

سوال

ميرے اور ميرى بيوى كے مابين بہت بڑى مشكل اور اختلاف پيدا ہوا جو بالآخر طلاق پر منتج ہوا يہ پہلى طلاق تهى ہمارى ايك برس اور چار ماه كى بيٹى بهى ہے، اس وقت بيوى حاملہ ہے معاملہ بيوى سے نفرت تك جا پہنچا ہے اس ليے اب بيوى سے رجوع كرنا بہت مشكل محسوس ہوتا ہے.
ليكن مجھے اپنى اولاد كے مستقبل كا خطره لگا رہتا ہے تو كيا ميرے ليے يہ جائز ہے كہ ميں اپنى بيوى كو يہ پيشكش كروں كہ ايك شرط پر ميں رجوع كرونگا كہ تمہيں نان و نفقہ كے علاوه كچھ نہيں دونگا، تا كہ ہم اپنى اولاد كى تربيت كر سكيں، اور يہ بهى ممكن ہے كہ ميں اور دوسرى شادى كر لوں.
اگر وه اس پر متفق ہو جائے تو كيا اس اتفاق پر بيوى سے رجوع كرنے كے ليے دو گواه بنانا ضرورى ہونگے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

خاوند كو حق حاصل ہے كہ وہ اپنى بيوى سے اس شرط پر صلح كر لے كہ بيوى اپنى بارى اور حق مبيت يا پهر نان و نفقہ يا كوئى دوسرا حق چهوڑ كر اس سے دستبردار ہو جائے، يعنى اسے خاوند اپنے نكاح ميں ہى ركھے اور اسے طلاق مت دے.

كيونكہ اللہ سبحانہ و تعالى كا فرمان ہے:

اور اگر كسى عورت كو اپنے خاوند كى بددماغى اور بے پرواہى كا خوف ہو تو دونوں آپس ميں جو صلح كر ليں اس ميں كسى پر كوئى گناه نہيں، اور صلح بہت بہتر چيز ہے، طمع و لالچ ہر ہر نفس ميں شامل كر دى گئى ہے، اگر تم اچها سلوك كرو اور پرہيزگارى كرو تو تم جو كچھ كر رہے ہو اس پر اللہ تعالى پورى طرح خبردار ہے النساء (128).

ابن عباس رضى اللہ تعالى عنہما بيان كرتے ہيں كہ:

ام المؤمنين سوده رضى اللہ تعالى عنہما كو خدشہ ہوا كہ رسول كريم صلى اللہ عليہ وسلم انہيں طلاق دے ديں گے، تو انہوں نے عرض كيا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ طلاق مت دیں اور اپنے نکاح میں ہی رکھیں، اور میری باری کا دن آپ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو دے دیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا.

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں، اور صلح بہت بہتر چیز ہے .

اس لیے جس پر دونوں خاوند اور بیوی صلح کریں وہ جائز ہے "

سنن ترمذی حدیث نمبر (3040) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اس آیت کی تفسیر یہی کی ہے:

امام بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح کی حالت کے بارہ میں ہی نازل ہوئی ہے:

ان کا بیان ہے:

اور اگر عورت کو اپنے خاوند کی بددماغی اور بےپرواہی کا خوف ہو .

یہ وہ عورت ہے جو اسے طلاق دینا چاہتا ہو اور اسے چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے شادی کرنا چاہے تو یہ عورت اسے کہے: تم مجھے رکھو اور طلاق مت دو، اور میرے علاوہ کسی اور عورت سے بھی شادی کر لو، تم نہ تو مجھے نان و نفقہ دو اور نہ ہی میری باری تقسیم کرو.

تو اللہ تعالی کا یہی فرمان ہے:

ان دونوں پر صلح کرنے میں کوئی گناہ نہیں، اور صلح کرنا بہتر ہے .

صحیح بخاری حدیث نمبر (4910) صحیح مسلم حدیث نمبر (3021).

ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" جب عورت کو اپنے خاوند سے خدشہ ہو کہ وہ اس سے بھاگ رہا ہے یا پھر اسے طلاق دےگا تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سارا یا کچھ حق ختم کر دے یعنی نان و نفقہ یا لباس یا مبیت وغیرہ حقوق میں سے کسی حق سے دستبردار ہو جائے، اور خاوند کو اسے قبول کرتے ہوئے اسے اپنے نکاح میں رکھنا چاہیے، اس میں عورت پر

کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنا حق خاوند کو دے دے، اور نہ ہی خاوند پر کوئی اسے قبول کرنے میں کوئی گناہ ہوگا.

اسی لیے اللہ سبحانہ و تعالی کا فرمان ہے:

دونوں آپس میں جو صلح کر لیں اس میں کسی پر کوئی گناہ نہیں .

اور اس کے بعد پھر اللہ سبحانہ و تعالی نے فرمایا:

اور صلح بہت بہتر چیز ہے .

یعنی علیحدگی اور طلاق سے صلح بہتر ہے " انتہی

دیکھیں: تفسیر ابن کثیر (2 / 426).

یہ صلح زوجیت کی حالت میں ہونی چاہیے، رہا یہ مسئلہ کہ بیوی کو طلاق دے کر بعد میں اس سے اس شرط پر رجوع کرنا کہ اگر دوسری شادی کر لی تو تم اپنا حق مبیت چھوڑ دو گی.

مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کرام کے ہاں اس طرح رجوع کرنا صحیح نہیں ہوگا کہ اسے شرط پر معلق کر کے رجوع کیا جائے.

لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اگر شرط پیش کرنے میں خاوند کو کوئی صحیح غرض اور مقصد ہو تو پھر مشروط رجوع کرنا صحیح ہوگا.

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تبیین الحقائق (4 / 132) اور حاشیۃ الدسوقی (2 / 420) اور مغنی المحتاج (5 / 5) اور المغنی ابن قدامۃ (7 / 405) اور الموسوعۃ الفقھیۃ (22 / 108) اور الشرح الممتع (13 / 190).

اس بنا پر احتیاط یہی ہے کہ آپ بغیر کسی شرط پر بیوی سے رجوع کریں، اور پھر بعد میں اسے طلاق یا اپنے حق مبیت اور وطئ کی دستبرداری میں اختیار دے دیں.

دوم:

جمہور علماء کرام کے ہاں رجوع کرنے میں گواہ بنانا مستحب ہے واجب نہیں.

مزید آپ الموسوعۃ الفقھیۃ (22 / 113) کا مطالعہ کریں.

اس مسئلہ میں نظریہ کے اعتبار سے مندرجہ بالا فیصلہ ہے لیکن عملی طور پر ہم آپ سے یہی کہیں گے کہ آپ

دونوں صلح کرنے کی کوشش کریں، اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ اکٹھے رہیں اور حتی الامکان ایک دوسرے سے درگزر کرنے کی کوشش کریں، تا کہ بغیر اختلافات و مشکلات کے ایک نئی زندگی شروع کر سکیں.

پھر اگر عورت چھوٹی عمر کی ہو تو اس کے لیے مبیت اور وطئ کے حق سے دستبردار ہونے کی شرط رکھنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اسے تو عفت و عصمت درکار ہے اور اس کے لیے اس کا حق مبیت اور وطئ ضروری ادا کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایسا جوش والا معاملہ ہے جس کا کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا.

ایک نوجوان عورت کے لیے اس طرح کی شرط بہت مشکل ہوگی، اور ہو سکتا ہے اس کا انجام بھی اچھا نہ ہو، اور اس کا سبب بھی خود خاوند بن جائے.

اس لیے ہماری تو آپ کو یہی نصیحت ہے کہ آپ اس سلسلہ میں اپنی بیوی کے سے بڑے تحمل مزاج کے ساتھ بات چیت کریں، اور اختلافات کو بھلا کر ختم کریں تا کہ آپ کے مابین محبت و مودت اور الفت قائم ہو اور آپ کی ازدواجی زندگی بہتر طریقہ سے بسر ہو سکے.

اللہ سبحانہ و تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ دونوں کو خیر و بھلائی پر جمع فرمائے.

واللہ اعلم .